ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

ڈاکٹر طارق عزیز کے ڈراما"بسیرا"کا فنی و فکری جائزہ

حافظ غلام مرتضیٰ
پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اردو
گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور
ڈاکٹر الماس خانم
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو
گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور

Abstract:

Dr tariq aziz was a Prominent playwriting In History of Urdu Literature.His Drama Basira is consideredmasterpiece in the History of Urdu Drama.In his Drama he portraits historical,social,and cultural facts in artistic manner.He illustrates the problem of man with humaninstic approach. "Basira" is a story of human relationships. Whatever the era, relationship has always been associated with feeling. The importance of blood relationship has its place, but there are many places in human life when blood relationship becomes meaningless and The mutual feeling becomes the real meaning. Then those people with whom there is no relation, become closer than the soul. Live, let live and help to live, this is the theme of this play. Expectation. It is known that "Basira" will introduce some new dimensions of life to the readers who believe in high values.

Keywords: Tariq Aziz,Drama,Basira,thiliphatgai,culture,humanism,Analysis,importance of blood relationship, soul, feeling, meaningless, mutual feeling

ڈاکٹر طارق عزیز کا ڈراما"بسیرا"کا موضوع انسانی رشتوں کی کہانی ہے۔کچھ خونی رشتے جو انسان کو مشکلات میں مبتلا کرتے ہیں اور دوسری طرف کچھ احساس کے رشتے جو انسان کو جینے کی امید دلاتے ہیں ان کے لیے جینے کا سہارا بنتے ہیں۔ایسے ہی رشتوں کی کہانی ڈراما"بسیرا"میں پیش کی گئی ہے۔جہاں تک ڈرامے کے موضوع کا تعلق ہے تو اس کا موضوع"احساس"ہے۔یعنی وہ احساس جو بعض اوقات اپنے خونی رشتے بھی نہیں کرتے لیکن ایسے میں دوسرے انسان اسی احساس کو محسوس کرتے ہوئے انسان کو مشکلات سے نکالنے اور جینے میں مدد دیتے ہیں۔اس ڈراما کے موضوع سے متعلق ڈاکٹر طارق عزیز لکھتے ہیں:

> "بسیرا"انسانی رشتوں کی کہانی ہے۔کوئی بھی زمانہ ہو،رشتہ ہمیشہ احساس سے وابستہ رہا ہے۔خون کے تعلق کی اہمیت اپنی جگہ،لیکن انسانی زندگی میں کئی مقامات ایسے بھی آتے ہیں جب خون کا تعلق بے معنی ہو جاتا ہے اور باہمی احساس ہی اصل معنویت اختیار کر لیتا ہے۔تب وہ لوگ جن سے بظاہر کوئی رشتہ نہیں ہوتا،رگِ جاں سے بھی زیادہ قریب ہو جاتے ہیں۔جیو،جینے دو اور جینے میں مدد کرو،یہی اس ڈرامے کا موضوع ہے۔توقع کی جاتی ہے کہ اعلیٰ اقدار پر اعتبار کرنے والے قارئین کے سامنے"بسیرا"زندگی کی بعض نئی جہتیں وا کرے گا۔"(1)

"بسیرا"کی کہانی دراصل ایک ماں اور اس کی بیٹی کی کہانی ہے۔ماں کا ماضی اس کی بیٹی کے آڑے آتا رہتا ہے جس کی وجہ سے ان دونوں کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔فیروزہ ایک بیوہ عورت ہے جس کی بیٹی نجمہ کو تھیٹر میں کام کرنے کا شوق ہوتا ہے۔یہ دونوں محلہ بدل کر نئے محلے میں ریاض احمد کا گھر کرائے پر لیتی ہیں۔یہ گھر تین منزلہ ہے جس کی سب سے نچلی منزل پر خود ریاض احمد اور اس کا بھانجا انور رہتے ہیں۔دوسری منزل پر ظفر اقبال اور اس کی بیوی بچے جب کہ تیسری منزل پر فیروزہ اور اس کی بیٹی نجمہ نئے نئے کرائے پر آتے ہیں۔ریاض احمد ایک مصور ہے جو کہ اب بڑھاپے میں فالج کی وجہ سے ٹھیک سے چل پھر نہیں سکتا۔انور اس کا اکلوتا سہارا ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

فیروزہ کا ماضی کبھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑتا۔ وہ خود ایک تھیٹر آرٹسٹ تھی جس نے اپنی مرضی سے شادی کی اور جسے اس کے سسرال والوں کے قبول نہیں کیا اور وہ اپنے شوہر کے ساتھ سسرال سے چلی جاتی ہے۔ اس کے شوہر کے مرنے کے بعد اس کا واحد سہارا اس کی بیٹی نجمہ ہے۔ جس کو تھیٹر میں کام کرنے کا بے حد شوق ہے۔ فیروزہ کے شوہر کے انتقال کے بعد نجمہ کے تایا صفدر علی کو پتہ چلتا ہے کہ اس کے بھائی کے حصے کی جائیداد کی وارث اس کی اکلوتی بیٹی نجمہ ہے۔ اس لیے صفدر علی فیروزہ اور نجمہ کو تلاش کرتا ہے اور نجمہ کو زبردستی اپنی بہو بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ فیروزہ صفدر علی سے بچنے کے لیے آئے روز گھر تبدیل کرتی رہتی ہے۔

کردار ڈراما نگار کے تخلیات سے جنم لیتے ہیں یا اس کے گہرے مشاہدات کی پیداوار ہوتے ہیں یا اس کے گہرے مشاہدات کی پیداوار ہوتے ہیں۔ یا پھر یہ کردار اس کی زندگی کے تلخ و شیریں تجربات کی وجہ سے وجود میں آتے ہیں۔ اسی لیے ڈراما نگار با آسانی ان کرداروں میں اپنی ذاتی زندگی کے رنگ بھر کر انھیں دل چسپ ، رنگین اور خوبصورت بنا دیتا ہے۔ ڈراما کے کردار و واقعات چوں کہ حقیقی زندگی سے لیے ہوتے ہیں اس لیے ناظرین کو ڈراما کے واقعات اور کرداروں سے یک گونا انسیت محسوس ہونے لگتی ہے۔ اپنے کرداروں کے ذریعے سے ہی ڈراما نگار معاشرے کے بگاڑ کی نشاندہی کرتے ہوئے ان کا حل بھی پیش کرتا ہے۔ ڈراما کی بنیاد کرداروں پر منحصر ہوتی ہے۔ ڈراما کے کردار عموماً حقیقی زندگی کی عکاسی کرتے ہیں یا یوں کہا جائے کہ ان کا حقیقی ہونا لازمی عنصر ہے۔ پلاٹ ڈرامے کا لازمی جزو سہی مگر وقت اور حالات کی تبدیلی نے ڈراما نگاروں کی ترجیحات بھی بدل دیں اور کردار توجہ کا مرکز بننے لگے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ فنی نقطہ نظر سے کرداروں کی اہمیت زیادہ ہوتی ہے۔ شعیب خالق لکھتے ہیں:

”ڈراما کو اگر شمندر کہا جائے تو اس کا تلاطم کرداروں ہی کے جذبے سے پھوٹتا اور مدوجزر سے گزرتا ہے۔“(2)

ڈراما ”بسیرا“ میں بہت سے کردار شامل ہیں۔ ان میں کچھ مثبت اور کچھ منفی کردار ہیں۔ مثلاً ریاض احمد، انور، فیروزہ، نجمہ ، خاموش شخص، ظفر اقبال جیسے کردار مثبت کردار ہیں جب کہ صفدر علی، صفدر کی بیوی، منصور، ملک، میاں ،شاہ وغیرہ منفی کردار ہیں۔ صفدر علی کا کردار ایسا ہے جو ڈراما کے اختتام پر پچھتاوے کا شکار ہوتا ہے اور اپنی غلطیاں تسلیم کرتے ہوئے مثبت راہ اختیار کرتا ہے۔ ایسے ہی فیروزہ کے انتقال کے بعد محلے کے لوگوں کا رویہ یکسر تبدیل ہو جاتا ہے اور وہ ریاض احمد سے فیروزہ کے حوصلے کی داد دیتے نظر آتے ہیں۔ ڈراما میں ایک خاموش شخص کا کردار بھی شامل ہے جو کہ کسی سے بات نہیں کرتا۔ اس شخص کی بیوی اور بیٹی اس کی آنکھوں کے سامنے حادثے کا شکار ہو گئی تھیں جس کی وجہ سے اس شدید صدمے کا اثر اس شخص پر یہ ہوا کہ اس نے کسی سے بات کرنا چھوڑ دیا۔ مجموعی طور پر دیکھا جائے تو ڈراما کے تمام کردار مضبوط اور جاندار نظر آتے ہیں۔ کہانی کے واقعات کی فنکارانہ ترتیب و تنظیم کو پلاٹ کہا جاتا ہے۔ واقعات کی یہ ترتیب و تنظیم بہت غور فکر اور مہارت کی متقاضی ہے۔ ارسطو نے پلاٹ کو ڈرامے کا اہم ترین جزو قرار دیا ہے۔ ڈاکٹر محمد صبغۃ اللہ کے بقول:

”مرکزی خیال کے اظہار و ابلاغ کے لیے ڈراما نگار جو کہانی تخلیق کرتا ہے اس کو ڈرامے کا پلاٹ کہتے ہیں۔“(3)

ڈراما میں مکالمہ کی حیثیت ایک مضبوط ستون کی ہوتی ہے اور اسی ستون کے سہارے ڈراما کی تعمیر و تشکیل ہوتی ہے۔ مکالمے جتنے دل کش و دل چسپ ہوں گے ناظرین اتنا ہی ڈراما سے متاثر ہو گا۔ ایک اچھے ڈراما کے لیے ضروری ہے کہ اُس کے مکالمے سادہ اور عام فہم ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں ڈراما کے اجزائے ترکیبی میں پلاٹ، کردار بہت اہمیت کے حامل ہیں ٹھیک اسی طرح مکالمے کی اہمیت بھی ڈراما کے باب میں نہایت اہم ہے۔ ڈراما حقیقی زندگی پر مبنی ہوتا ہے۔ ڈراما نگار جن واقعات کو ڈراما میں پیش کرتا ہے ان کا تعلق حقیقی زندگی سے ہوتا ہے۔ ڈراما نگار اپنی زندگی کے نشیب و فراز، تلخ و شیریں واقعات و تجربات اور اپنے جذبات اور احساسات کو مختلف اسالیب کے ذریعے بیان کرتا ہے۔ یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ ڈراما کا اُسلوب جتنا آسان، عام فہم ہو گا قاری اتنا ہی ڈراما سے متاثر ہو گا۔ ڈاکٹر طارق عزیز کے ڈراموں میں کہیں طویل مکالمے ہیں جن میں بات کو سمجھانے کے لیے طوالت دی گئی ہے اور کہیں بہت مختصر مکالمے بھی ہیں۔ عشرت رحمانی کا یہ قول ڈاکٹر طارق عزیز کی فنِ مکالمہ نگاری پر پوری طرح صادق آتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”مکالمہ عملی صداقت کا آئینہ دار ہوتا ہے اور کردار کی کامیابی کی ذمہ داری مکالمت پر ہے۔“(4)

”بسیرا“ میں بھی مکالمہ نگاری پر خاص توجہ دی گئی ہے۔ یہ مکالمے اکتاہٹ کا شکار نہیں ہوتے بل کہ قاری توجہ سے ان مکالموں کا پڑھتا ہے اور ان سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ مختصر مکالموں کے مثال ملاحظہ کیجیے:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

"ڈائریکٹر: آجاتے ہیں وہ بھی۔ آپ کو ذرا جلدی بلا لیا تھا۔

نجمہ: کیوں۔۔۔۔؟ مجھے کیوں جلدی بلایا آپ نے؟

ڈائریکٹر: بس آج ذرا آپ کے ساتھ بیٹھنے کو دل چاہ رہا تھا۔ سو بلا لیا یوں ہی۔

ڈائریکٹر: وہ اسکرپٹ دیکھ لیا آپ نے؟

نجمہ: جی۔۔۔!

ڈائریکٹر: بڑا اہم رول ہے، کرلیں گی آپ؟

نجمہ: جی کوشش کروں گی۔"(5)

اسی طرح طویل مکالمے کی ایک مثال ملاحظہ کیجیے:

"""ریاض احمد: میں جانتا ہوں تم بہت دکھی ہو بٹی لیکن دنیا میں کوئی ایسا گھر، کوئی ایسا فرد نہیں ہو گا، جس کا کوئی عزیز، کوئی بہت ہی پیارا اس سے بچھڑ نہ گیا ہو۔ اسی کا نام زندگی ہے۔ لوٹا دینا، امانت کو لوٹا دینا، زندگی کو لوٹا دینا۔۔۔۔۔۔ اسی کا نام زندگی ہے۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بڑے گہرے بادل چھا جاتے ہیں، شدید طوفان آتا ہے، زوروں کی بارش ہوتی ہے اور پھر، سب کچھ چھٹ جاتا ہے۔ اسی طرح دکھ کے احساس سے گزر کر دل کا بوجھ بھی ہلکا ہو جاتا ہے۔ بس کچھ وقت لگتا ہے۔ یہی زندگی کی حقیقتیں ہیں بٹی، جن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جیتے رہتے ہیں جینے والے، اور پھر موت سے بڑھ کر کیا حقیقت ہو گی زندگی کی۔ کتنے سچ ہیں جنھیں ہم اپنے ساتھ ساتھ لیے پھرتے ہیں اور چیخنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

(تھوڑا وقفہ)

تمہارے لیے یہ بات شاید نئی ہو کہ میں تمہاری ماں کو بہت عرصے سے جانتا ہوں۔ (ماں کا ذکر آتے ہی نجمہ کی پلکوں میں پہلی دفعہ ہلکی سی جنبش ہوتی ہے نجمہ کی آنکھوں میں نمی سی آتی ہے)

لیکن تمہارے باپ کے بعد بہت کمزور ہو گئی فیروزہ۔ تمہاری وجہ سے ڈری ڈری، سہمی سہمی رہنے لگی۔ تمھیں کہیں کچھ ہو نہ جائے، تم کہیں اس سے بچھڑ نہ جاؤ۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ تم اسٹیج پر جاؤ۔ اُسے خوف تھا تمھارے روپ میں اگر اُس کی کہانی دہرا دی گئی تو کیا ہو گا۔۔۔ ڈری ہوئی فاختہ کی طرح ٹہنیوں میں، پتوں میں چھپتی پھری بیچاری۔"(6)

مجموعی طور پر ڈراما "بسیرا" میں سادہ، دل نشین اور عام فہم انداز بیاں کو اپنایا گیا ہے کیوں کہ ڈراما عوام کو ہی مخاطب کر رہا ہوتا ہے تو مکالمہ بھی سادہ اور آسان فہم ہی ہونا چاہیئے مگر اس آسان اور سادہ فہم مکالمہ میں ادب کی مٹھاس و چاشنی کا تڑکا ناگزیر ہوتا ہے۔ یوں ڈراما اپنے ادبی تقاضے بھی پورے کرتا ہے۔ ڈراما کی زبان عام فہم ہونے کے پیچھے مقصد بھی پوشیدہ ہوتا ہے کہ اگر مکالمے عوام سے مطابقت رکھتے ہوں گے تو قاری کی ڈراما سے مانوسیت بڑھے گی اور وہ بیزاری اور اکتاہٹ کا شکار نہیں ہو گا۔

عورت کے مسائل اور سماجی حیثیت کو ڈاکٹر طارق عزیز نے اپنے ڈرامے "بسیرا" میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس ڈرامے کا اہم اور مرکزی خیال عورت کا ہی ہے۔ ڈراما میں موجود دونوں عورتیں اپنے معاشرے خاص طور سے اعلیٰ طبقے کی معاشرتی زندگی کی ترجمانی کرتے ہیں اور اس معاشرے میں عورت کی حیثیت اور مردوں کی بالا دستی کی نشاندہی کرتی ہیں۔ "بسیرا" میں نجمہ ایک سنجیدہ لڑکی ہے جو معاشرے کی منافقت کا شکار ہو جاتی ہے۔ اس معاشرت کے گھٹن زدہ ماحول میں اس کی تعلیم و تربیت، اس کی صلاحیتیں اور حسن گھٹ گھٹ کر دم توڑ دیتا ہے۔ مردوں کے دوغلے پن اور معاشرے کے دوہرے معیار کی عکاسی ڈاکٹر طارق عزیز نے یوں کی ہے:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

"نجمہ محلے سے پیدل گزر رہی ہے اور محلے کے تمام افراد کی نظروں کا مرکز بنی ہوئی ہے۔ گلی کے دونوں طرف ایک دو دکاندار اور چند پیدل گزرنے والے نوجوان اُسے نہ صرف حیرت سے دیکھ رہے ہیں بل کہ آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کو معنی خیز اور استفسار طلب اشارے بھی کر رہے ہیں۔"(7)

یوں یہ محلے والے نجمہ کے متعلق بے ہودہ گفتگو کرتے اور قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔ لیکن بات صرف ان کی گفتگو پر ختم نہیں ہوتی۔ یہ فیروزہ اور اس کی بیٹی سے اس قدر نفرت کرنے لگتے ہیں کہ ایک دن ان کے مالک مکان ریاض احمد کے گھر پہنچ جاتے ہیں اور ان دونوں کو گھر سے نکالنے کی بات کرتے ہیں۔ کیوں کہ ان کی نظر میں یہ دونوں ماں بیٹی محلے کا ماحول خراب کر رہی ہیں۔ جس کا ان کے گھروں اور بہو بیٹیوں پر بُرا اثر پڑ رہا ہے۔ ان کے نزدیک جو آئے روز نئی نئی گاڑیاں محلے میں آتی ہیں ان سے ان کے بیٹے اور بیٹیاں متاثر ہو رہے ہیں۔ محلے والوں نے ریاض احمد سے مطالبہ کیا کہ وہ ان ماں بیٹی کو گھر سے نکال دیں کیوں کہ وہ کسی ایکٹرس کو اس محلے میں نہیں رہنے دیں گے۔ اس کے جواب میں ریاض احمد بہت سختی سے ان لوگوں کو منع کر دیتا ہے۔ سین ملاحظہ کیجیے:

"شاہ: بات طنز کی نہیں، اصولوں کی ہے۔ یہ شریفوں کا محلہ ہے، یہاں آپ کسی ایکٹرس کو نہیں رکھ سکتے۔

ریاض: (تلخی سے) یہ محلہ شریفوں کا ہے یا نہیں۔ مجھے اس کی خبر نہیں لیکن مجھے یہ ضرور معلوم ہے کہ یہ میرا مکان ہے اور مجھے اس بات کا پورا حق حاصل ہے کہ میں جسے چاہوں، اسے کرائے پر دوں اور جسے چاہوں، نہ دوں۔ آپ کا یہ وفد مجھ سے یہ حق نہیں چھین سکتا۔

میاں: (ایک دم غصے میں آتے ہوئے) یہ مغالطہ اپنے دل سے نکال دیں ریاض صاحب۔ ہم آپ کی معذوری کی وجہ سے آپ کی عزت کرتے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ محلے میں گند پھیلانا شروع کر دیں۔

ریاض: (حیرت سے) یہ کیا باتیں کر رہے ہیں آپ لوگ؟

ملک: شکر کریں، باتیں ہی کر رہے ہیں، ہاتھ نہیں چلا رہے۔

شاہ: ہم نے چوڑیاں نہیں پہن رکھیں۔ اگر سیدھی انگلی سے گھی نہ نکلے تو الٹی سے بھی نکالنا آتا ہے ہمیں۔

میاں: آپ کی اپنی کوئی اولاد نہیں، اسی لیے آپ کو دوسروں کا احساس نہیں (منہ دوسری طرف پھیر کر) اپنے ساتھ ساتھ ، محلے کو بھی خراب کرنے کا ٹھیکہ لے لیا ہے آپ نے۔ انسان اپنی عمر کا ہی لحاظ کر لیتا ہے۔"(8)

ڈاکٹر طارق عزیز نے اس ڈراما کے ذریعے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ معاشرے کسی طور پر بھی کسی سے اچھا سلوک نہیں کرتا۔ یہاں تک کہ عزت پانے کے لیے انسان کو مرنا پڑتا ہے۔ وہی لوگ جو پہلے طنز کرتے ہیں بعد میں ایسے سلوک کرتے ہیں جیسے ان سے زیادہ مرنے والے کا خیر خواہ کوئی نہ تھا۔ یہی صورتِ حال مذکورہ ڈرامے میں ڈاکٹر طارق عزیز نے پیش کی ہے۔ فیروزہ اور اس کی بیٹی نجمہ پہلے محلے والوں کے طنز کا نشانہ بنتی ہیں اور جب فیروزہ ہارٹ اٹیک سے مر جاتی ہے تو یہی محلے والے ریاض احمد کے پاس تعزیت کے لیے آتے ہیں اور فیروزہ کی پاک دامنی کی تعریفوں کی پل باندھتے نظر آتے ہیں۔ سین ملاحظہ کیجیے:

"میاں: بہت افسوس ہوا ریاض صاحب۔ میں تو دکان پر تھا جب لڑکے نے بتایا آکر۔

ریاض: (بیزاری سے) بس جناب قدرت کا نظام ہی کچھ ایسا ہے۔

میاں: آپ نے بہت نیکی کا کام کیا۔ بے سہارا خاتون تھیں بیچاری لیکن سفید پوشی میں بھی بڑی عزت سے زندگی گزاری۔ خود دار اتنی تھیں کہ ایک پیسے کی چیز بھی ادھار نہیں لی دکان سے۔

ملک: گھر سے بتا رہے تھے کہ اچانک ہارٹ اٹیک ہوا تھا؟

ریاض: جی ہاں۔ اسپتال لے گئے تھے ہم لیکن اگلے دن ہر کوشش بے سود ہو گئی۔

ملک: آہ۔۔۔ہاں۔۔۔انسان اور کر بھی کیا سکتا ہے؟"(9)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

ڈاکٹر طارق عزیز نے "بسیرا" میں ایک بیوہ عورت کی مشکل زندگی اور معاشرے کی تلخیاں سہتی ماں کو دکھایا ہے جو دوسروں کے سامنے بے بس ہے۔ کبھی محلے والے تو کبھی اس کے رشتہ دار اس کا جینا دوبھر کر دیتے ہیں اور وہ ان اذیتوں کو اکیلے سہتی ہے۔ فیروزہ جو کہ خود سٹیج آرٹسٹ تھی اور اب اس کی بیٹی بھی اسی شوق کو پانے کی خواہش رکھتی ہے تو وہ اپنی بیٹی کے ارادوں کو بھانپ کر اسے اس کام سے منع کرتی ہے۔ کیوں کہ وہ جانتی ہے کہ اس کام کے بدلے معاشرے سے اسے صرف نفرت ہی ملے گی جیسے کہ اس کے ماضی میں اسے ملتی رہی۔ لیکن نجمہ نے ماں کے بات کا پس پشت ڈال کر اپنی خواہش کو پانے کا حوصلہ نہ ہارا۔ لیکن اسے معاشرے اور خاص طور پر مرد کے معاشرے سے جب سامنا ہوا تو بڑی تلخ حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ نجمہ جب اسٹیج پروگرام کی تیاری کے لیے سٹوڈیو پہنچتی ہے تو اس کا اسٹیج ڈائریکٹر اسے باقی سب سے وقت سے پہلے بلا لیتا ہے۔ یہاں نجمہ کو اس ڈائریکٹر کے رویے سے سخت حیرت ہوتی ہے جو نجمہ کی بجائے دوسرے ایکٹرس کو مرکزی کردار دے دیتا ہے۔ سین ملاحظہ کیجیے:

(اسٹیج ڈائریکٹر اپنے سامنے میز پر رکھے ہوئے اسکرپٹ کو دیکھ رہا ہے۔ نجمہ کمرے میں داخل ہوتی ہے۔ وہ "آؤ۔۔۔ آؤ۔۔۔" کہتا ہوا اٹھتا ہے اور میز کے ایک طرف پڑی ہوئی کرسی گھسیٹ کر اپنے ساتھ کر لیتا ہے)

اسٹیج ڈائریکٹر: (مسکراتے ہوئے) آؤ، یہاں بیٹھو۔۔۔ میرے پاس۔

(نجمہ کمرے میں پڑی ہوئی دوسری کرسیوں کا جائزہ لیتی ہے۔ پھر ڈائریکٹر کے پاس پڑی کرسی کو دیکھتی ہے۔ وہ اس کے پاس بیٹھنے کی بجائے میز کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ جاتی ہے)

ڈائریکٹر: (کھسیانی سی مسکراہٹ کے ساتھ) آپ شرماتی بہت ہیں۔ اسٹیج اداکارہ میں اتنی جھجک نہیں ہونی چاہیے۔

نجمہ: (بات سُنی ان سنی کرتے ہوئے) باقی لوگ نظر نہیں آرہے، آج ریہرسل ہی ہو گی کیا؟

ڈائریکٹر: آجاتے ہیں وہ بھی۔ آپ کو ذرا جلدی بلا لیا تھا

نجمہ: کیوں۔۔۔؟ مجھے کیوں جلدی بلایا آپ نے؟

ڈائریکٹر: بس آج ذرا آپ کے ساتھ بیٹھنے کو دل چاہ رہا تھا۔ سو بلا لیا یوں ہی۔

(معنی خیز طور پر مسکراتا ہے۔ نجمہ ناپسندیدگی سے دوسری طرف دیکھنے لگتی ہے۔"(10)

یوں نجمہ کے منفی رویے کی وجہ سے اسٹیج ڈائریکٹر لیڈنگ رول دوسری ایکٹرس کو دے دیتا ہے۔ یہاں بھی ڈاکٹر طارق عزیز نے مردانہ رویے کو نشانہ بنایا ہے اور یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ عورت گھر سے باہر چاہے جتنی مرضی کوشش کر لے مرد کے ہاتھوں میں کھلونا بن کر رہ جاتی ہے۔ مرد اپنی خواہش کے مطابق عورت کا استعمال کرتے ہیں اور عورت کی مجبوری سے فائدہ اٹھانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ اسی طرح فیروزہ کے خونی رشتے جن میں نجمہ کا تایا صفدر علی شامل ہے وہ بھی فیروزہ اور نجمہ کی زندگی میں آئے روز کوئی نہ کوئی مشکل کھڑی کرتا رہتا ہے۔ یہ دونوں ماں بیٹیاں جہاں بھی جاتی ہیں صفدر علی ان کا پتہ لگوا کر ان کے گھر پہنچ جاتا ہے۔ جب فیروزہ نجمہ کے ساتھ ریاض احمد کا گھر کرائے پر لیتی ہے تو صفدر ان کا پیچھا کرتا ہوا وہاں بھی پہنچ جاتا ہے اور فیروزہ کو ڈراتا دھمکاتا ہے۔ صفدر جب فیروزہ کا گھر تلاش کر کے اس سے ملنے پہنچ جاتا ہے تو فیروزہ حیرت سے کہتی ہے:

فیروزہ: (حیرت سے) آپ--؟ (ذرا پیچھے ہٹتے ہوئے)۔۔۔ آ۔۔۔ آئیے۔۔۔!

صفدر: (مسکراتے ہوئے) ہاں۔۔۔ میں۔۔۔ مجھے یہاں دیکھ کر بہت حیرت ہو رہی ہے نا؟

(کرسی اپنی جگہ سے توڑی سے آگے سرکا کر بیٹھتے ہوئے)

تم لوگوں نے کچھ بتائے سنے بغیر ہی مکان تبدیل کر لیا۔؟

فیروزہ: کسے بتاتے اور کیوں بتاتے؟

صفدر: مجھے بتاتیں اور اس لیے کہ میں ہی اس گھر کا بڑا ہوں۔

فیروزہ: اس طرح کی باتیں مت کریں آپ۔ خوف آتا ہے مجھے ان باتوں سے۔

صفدر:(دھیمے اور مکارانہ انداز میں) نہیں فیروزہ بیگم نہیں، وقت گزر گیا، بات ختم ہو گئی۔ جب ہمارا بھائی ہی اس دنیا میں نہیں رہا تو اب تم سے کیا لینا دینا ہمیں۔

فیروزہ: اسی لیے تو میں بھی کہتی ہوں۔ زندگی کا بڑا حصہ گزر گیا، جو باقی ہے وہ بھی گزر جائے گا۔ اب ہمارا پیچھا نہ کریں۔ ہم لوگ یہاں بہت آرام میں ہیں۔

صفدر: (مکارانہ انداز میں) خاک آرام میں ہیں۔ مجھے نظر نہیں آتا کیا۔ ایک مکان کا تیسرا حصہ، وہ بھی اوپر والی منزل پر۔ کہاں اتنا بڑا گھر، کہیں یہ ڈربہ۔۔۔؟ میں۔۔۔ نہیں رہنے دوں گا تم لوگوں کو یہاں!

فیروزہ: (طنزاً مسکراتے ہوئے) آپ۔۔۔ نہیں رہنے دیں گے ہمیں یہاں۔۔۔؟ یہ حق تو آپ ستائیس سال پہلے ہی کھو چکے تھے۔"(11)

اسی طرح صفدر بار بار فیروزہ کے گھر آکر اسے دھمکاتا ہے کہ وہ اپنی بیٹی نجمہ کا رشتہ اس کے بیٹے سے کردے۔ لیکن فیروزہ نہیں مانتی اور دل ہی دل میں بہت ڈری ہوتی ہے۔ صفدر ایک بار پھر فیروزہ کے ڈر کا فائدہ اٹھاتے ہوئے دو پولیس اہلکاروں کو اس کے گھر ڈرانے دھمکانے بھیج دیتا ہے۔ جس سے فیروزہ بہت خوفزدہ ہو جاتی ہے۔ پولیس اہلکار آتے ہی فیروزہ کو دھمکیاں لگاتے ہیں اور اسے اپنی بیٹی کے ساتھ اگلے روز پولیس اسٹیشن آنے کو کہتے ہیں اور ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر تم خود نہ آئی تو ہمیں چھاپہ مارنا پڑے گا۔ سین ملاحظہ کیجیے:

"پہلا سپاہی: ہا، ہمیں اطلاع ملی ہے کہ یہاں مشکوک قسم کے لوگ آتے جاتے ہیں؟

فیروزہ: کیا کہہ رہے ہیں آپ؟

پہلا سپاہی: انگریزی تو نہیں بول رہے۔ وہی کہہ رہے ہیں جو تم سن رہی ہو۔ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ تم اور تمہاری بیٹی محلے تبدیل کرتی رہتی ہو، اور یہاں روزانہ نئے نئے لوگ آتے ہیں۔

دوسرا سپاہی: ہمارے پاس سارا ریکارڈ ہے۔ اندراج کیا ہوا ہے پورا۔ کچا ہاتھ نہیں ڈالتے ہم کسی پر۔

فیروزہ: خدا کا خوف کریں آپ۔ میری بیٹی تو ابھی کالج میں پڑھتی ہے۔

پہلا سپاہی: ہر ملزم یہی کہتا ہے کہ میں بڑا پاک صاف ہوں۔ کالج سے نیچے تو کوئی بات ہی نہیں کرتا، لیکن ہمارے ایک ہی چھاپے سے رجسٹر بھر جاتا ہے، صفحے کم پڑ جاتے ہیں۔

(فیروزہ خالی خالی نظروں سے اس کی طرف دیکھتی ہے)"(12)

لیکن اسی ڈراما میں جہاں ڈائریکٹر، صفدر علی، پولیس سپاہی اور محلے والوں کے منفی کرداروں کو دکھایا گیا ہے وہیں بہت سے مثبت کردار بھی شامل کیے گئے ہیں۔ یعنی عورت کا استحصال کرنے کے ساتھ ساتھ عورت کا سہارا بننے والے لوگ بھی اس ڈرامے کا حصہ دکھائے گئے ہیں۔ ان کرداروں میں سب سے اہم کردار ریاض احمد کا ہے۔ ریاض احمد فیروزہ اور اس کی بیٹی سے بہت اچھے طریقے سے پیش آتا ہے۔ اور ہر موقع پر فیروزہ کی دلجوئی کرتا نظر آتا ہے۔ جب محلے کے لوگ فیروزہ اور نجمہ کے کردار پر انگلی اٹھاتے ہیں اور ریاض احمد کو پتہ چلتا ہے کہ نجمہ کو ایکٹرس بننے کا شوق ہے تو تب ریاض احمد فیروزہ کو کچھ اس انداز میں سمجھاتا ہے:

ریاض: سکھ کے وقت دکھ کا احساس کسے ہوتا ہے اور دکھ کے وقت سکھ کا تجربہ کون کرتا ہے۔ جو بات اس کے سمجھنے کی نہیں، آپ کیوں سمجھاتی ہیں اُسے۔۔۔۔۔؟

فیروزہ: میں بڑی وہمی ہو گئی ہوں لیکن میرا حوصلہ نہیں پڑتا اس کی کوئی خواہش ٹالنے کا۔ آپ سمجھائیں اسے، آپ کی بات بہت مانتی ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

ریاض: میں نے کہیں پڑھا تھا۔ ”کسی کو اس راستے کا یقین نہ دلا جس سے تو گزرا ہی نہیں۔۔۔“ پھر میں نے تجربے سے یہ سیکھا کہ انسان تجربے سے کچھ نہیں سیکھتا۔ اس کی خواہش ہے، کرنے دیں اُسے۔

فیروزہ: کیسے کرنے دوں جی۔ آج یہ لوگ آئے ہیں، کل کوئی اور آجائے گا۔ بدنامی عزت دار آدمی کے لیے موت سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہوتی ہے۔ ہمارے ساتھ آپ بھی خواہ مخواہ۔۔۔

ریاض: (بات کاٹتے ہوئے)۔۔۔ میرا فکر نہ کریں آپ، بلکہ اپنا فکر بھی نہ کریں۔ لوگوں کو تو تماشا چاہیے ہوتا ہے۔ جب ایک تماشے سے ان کی آنکھیں بھر جاتی ہیں تو وہ کوئی دوسرا کھیل ڈھونڈ لیتے ہیں۔ غرانے والے بھیڑیے کی طرح جس آدمی سے سب لوگ ڈرتے ہیں، وہ خود بھی سب سے ڈرتا ہے۔ ان لوگوں کی پروا نہ کریں آپ۔۔۔

فیروزہ: لیکن میری بچی۔۔۔؟(13)

اسی طرح جب صفدر علی فیروزہ کو دھمکاتا ہے تب بھی ریاض احمد فیروزہ کو تسلی دیتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے ہوتے ہوئے آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ جب تک میں زندہ ہوں تب تک کوئی آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اسی طرح جب پولیس کے سپاہی فیروزہ کو دھمکیاں لگاتے اور ڈراتے ہیں تو تب بھی ریاض احمد سپاہیوں سے سختی سے پیش آتا ہے اور مرض کے باوجود ظفر کے ساتھ تیسری منزل پر جاتا ہے تاکہ فیروزہ کو تسلی دے سکے۔ ریاض احمد کو دیکھ کر فیروزہ بہت خوش ہوتی ہے۔ ریاض احمد فیروزہ سے پوچھتا ہے:

”ریاض: یہ پولیس والے یہاں بھی آئے تھے۔۔۔؟

فیروزہ: (رندھی ہوئی آواز میں) جی۔

ریاض: تو آپ نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟

(جواب میں فیروزہ نہایت دکھ بھری نظروں سے اُس کی طرف دیکھتی ہے۔ وہ رو نہیں رہی لیکن یوں لگتا ہے جیسے ابھی رو پڑے گی)

ریاض: ہم سب کے ہوتے ہوئے، اتنی بڑی بڑی باتیں آپ اکیلے کیوں سہہ جاتی ہیں۔

ظفر: ہم ابھی ہیں نا۔ میری تو دیوار سے دیوار ملی ہے۔ آپ مجھی کو بلا لیتیں۔

(فیروزہ تشکر آمیز لیکن دکھ بھری نظروں سے ظفر کی طرف دیکھتی ہے)

ریاض: میں نے بہت ڈانٹا ہے انھیں۔۔۔ اب وہ یہاں آنے کی جرأت نہیں کریں گے۔

ظفر: لیکن پھر بھی اگر وہ دوبارہ آئیں تو آپ صرف ساتھ والی دیوار کھٹکھٹا دیجیے گا۔

(فیروزہ بے بسی سے اس کی طرف دیکھتی ہے)(14)

ڈرامے کے آخر میں جب فیروزہ کو ہارٹ اٹیک آتا ہے تو ریاض احمد اپنی سب سے قیمتی تصویریں (پینٹنگز) اس کے آپریشن کے لیے بیچ دیتا ہے۔ یہ تصاویر ریاض احمد کے ماضی کی یادگار تصاویر تھیں جن کو وہ کسی صورت بیچنا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن جب فیروزہ کے آپریشن کے لیے ڈاکٹرز پچاس ساٹھ ہزار مانگتے ہیں تو ریاض احمد بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اپنی تصاویر بیچ دیتا ہے۔ یوں وہ ایک انسان زندگی کو اپنے ماضی پر ترجیح دیتا ہے اور فیروزہ کے خونی رشتوں پر سبقت لے جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نجمہ ریاض احمد کو ماموں بلاتی ہے اور ریاض احمد بھی ماموں ہی بن کر دکھاتا ہے۔ فیروزہ کے مرنے کے بعد نجمہ کی تمام ذمہ داری ریاض احمد لے لیتا ہے اور نجمہ کو دلاسا دیتے ہوئے کہتا ہے:

”ریاض احمد: میں جانتا ہوں تم بہت دکھی ہو بیٹی لیکن دنیا میں کوئی ایسا گھر، کوئی ایسا فرد نہیں ہو گا، جس کا کوئی عزیز، کوئی بہت ہی پیارا اس سے بچھڑ نہ گیا ہو۔ اسی کا نام زندگی ہے۔ لوٹا دینا، امانت کو لوٹا دینا، زندگی کو لوٹا دینا۔۔۔۔۔۔ اسی کا نام

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

زندگی ہے۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بڑے گہرے بادل چھا جاتے ہیں، شدید طوفان آتا ہے، زوروں کی بارش ہوتی ہے اور پھر، سب کچھ چھٹ جاتا ہے۔ اسی طرح دکھ کے احساس سے گزر کر دل کا بوجھ بھی ہلکا ہو جاتا ہے۔ بس کچھ وقت لگتا ہے۔ یہی زندگی کی حقیقتیں ہیں بیٹی، جن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جیتے رہتے ہیں جینے والے، اور پھر موت سے بڑھ کر کیا حقیقت ہوگی زندگی کی۔ کتنے سچ ہیں جنھیں ہم اپنے ساتھ ساتھ لیے پھرتے ہیں اور چیخنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

(تھوڑا وقفہ)

تمہارے لیے یہ بات شاید نئی ہو کہ میں تمہاری ماں کو بہت عرصے سے جانتا ہوں۔(ماں کا ذکر آتے ہی نجمہ کی پلکوں میں پہلی دفعہ ہلکی سی جنبش ہوتی ہے۔(15)

اسی وجہ سے جب صفدر علی نجمہ کا تایا اسے لینے آتا ہے تو وہ صاف انکار کر دیتی ہے اور ریاض احمد کے ساتھ رہنے کو ترجیح دیتی ہے۔ کیوں کہ اسے اپنوں سے زیادہ غیروں سے تحفظ ملا ہوتا ہے۔ نجمہ اپنے تایا صفدر علی کو انکار کرتے ہوئے کہتی ہے:

"نجمہ: میں اکیلی نہیں تایا جی۔ یہ سب اسی گھر میں رہتے ہیں میرے ساتھ۔

صفدر: دوسروں کا بوجھ کوئی کب تک سہار سکتا ہے بیٹی۔ زندگی کے راستے تو بہت لمبے ہیں۔

ریاض: ہم نجمہ کا بوجھ نہیں سہار رہے بلکہ نجمہ ہمارا بوجھ سہار رہی ہے صفدر صاحب۔ ہم تو زندگی کی گزرگاہوں میں نہ جانے کہاں گم ہو گئے تھے، نجمہ نے ڈھونڈ نکالا ہے ہمیں۔

صفدر: نجمہ بیٹی۔۔۔ میں پوری سچائی سے تمھیں اپنے ساتھ لے جانے کے لیے آیا ہوں، لیکن فیصلہ بہر حال تمھیں کرنا ہے۔ آج کوئی زور نہیں، کوئی بردستی نہیں، کوئی قانون نہیں۔ جو تمہاری خوشی ہے، وہی خوشی میری بھی ہے۔

(نجمہ ریاض کی طرف دیکھتی ہے۔ ان کی نظریں چار ہوتی ہیں۔ ان نظروں میں ایک بے چارگی ہے۔ بالآخر نجمہ بولتی ہے)

نجمہ: ماموں ریاض اور انکل کو چھوڑ کر میں کیسے جا سکتی ہوں تایا جی؟"(16)

مجموعی طور پر "بسیرا" کا موضوع ڈاکٹر طارق عزیز کے عمیق مشاہدے اور گہری بصیرت کا غماز ہے۔ اس ڈرامے پر ڈراما نگار نے خاصی محنت کی ہے اور محض سرسری کام کرنے کی بجائے زندگی کی بعض تلخ حقیقتوں کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ ڈراما نگار نے اس ڈراما کے ذریعے ان معاشرتی ناسوروں اور انسانوں کے روپ میں بھیڑیا صفت لوگوں کو بے نقاب کرنے کی کوشش کی ہے جو انسان کو جیتے جی مار دیتے ہیں اور مرنے کے بعد ان کی اچھائی کرنے لگتے ہیں۔ دوسری جانب انھوں نے ایسے لوگوں کو بھی معاشرے کا حصہ دکھایا ہے جو عورت کو سہارا دینے کے لیے بغیر کسی غرض کے مدد کرتے ہیں۔

حوالہ جات

1۔ طارق عزیز، ڈاکٹر، بسیرا، مقبول اکیڈمی شاہراہ قائد اعظم، لاہور، 1993ء، ص7
2۔ شعیب خالق، ٹی وی ڈراما کیسے لکھا جاتا ہے، اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد، 2016ء، ص:37
3۔ محمد صبغۃ اللہ، ڈاکٹر، ڈرامے کا فن اور انار کلی، مالک پبلیکیشنز، بنگلور، ص:75
4۔ عشرت رحمانی، اردو ڈراما تاریخ و تنقید، ص:25
5۔ طارق عزیز، ڈاکٹر، بسیرا، مقبول اکیڈمی شاہراہ قائد اعظم، لاہور، 1993ء، ص72
6۔ ایضاً، ص127،128
7۔ ایضاً، ص32
8۔ ایضاً، ص58
9۔ ایضاً، ص124
10۔ ایضاً، ص72

11۔ ایضاً،ص62،63

12۔ ایضاً،ص83،84

13۔ ایضاً،ص61،62

14۔ ایضاً،ص88

15۔ ایضاً،ص127،128

16۔ ایضاً،ص132